QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

علامہ ارشد القادری کی تالیفات کا منہج، اسلوب اور فکری جہات: ایک تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

The Writings of Allama Arshad al-Qadri: A Critical Study of Methodology, Style and Intellectual Thought

Farooq Amir
PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies, Khwaja Fareed University of Engineering and Information Technology (KFUEIT), Rahim Yar Khan, Pakistan. Email: mohammadfarooqahmad@gmail.com
Dr. Mazhar Hussain
Lecturer, Dept. of Islamic Studies, Khwaja Fareed University of Engineering and Information Technology (KFUEIT), Rahim Yar Khan, Pakistan. Email: mazhar.hussain@kfueit.edu.pk
Dr. Mubashar Ahmed
Lecturer, Dept. of Islamic Studies, Higher Education Department (HED), Punjab, Pakistan. Email: mubashar.ahmad63@gmail.com

Submission Date:
05 September 2026
Review Date:
09 September 2026
Acceptance Date:
18 September 2026
Publication Date:
28 September 2026

Article Link:
https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/361

Abstract

This study presents a systematic analytical evaluation of the intellectual, methodological, and literary framework governing the works of Allama Arshad al-Qadri (1923–2002), a prominent South Asian Islamic scholar and reformer. While his institutional and missionary contributions are widely acknowledged, his multifaceted textual corpus requires rigorous academic examination. Employing a qualitative textual and analytical method, this paper investigates Al-Qadri's methodology across diverse genres, including exegesis (*Tafsir*), prophetic studies (*Seerah* and *Shamail*), biographical portraiture (*Khaka Nigari*), travelogues (*Safarnama*), jurisprudence (*Fatawa*), epistolary prose, and homiletic literature (*Khutbat*). The findings indicate that Al-Qadri synthesized classical Islamic hermeneutics with modern analytical prose to address contemporary socio-religious challenges. His exegeses, notably *Tafsir-e-Ummul Quran* and *Asbab-ul-Quran*, demonstrate a integration of traditional narrative (*Manqūl*) and rational discourse (*Ma'qūl*). Furthermore, his jurisprudential and biographical works exhibit a distinctive balance between strict research rigor and expressive literary stylistics. The study concludes that Al-Qadri's methodology offers a viable model for bridging traditional Islamic scholarship with contemporary discourse, establishing his oeuvre as a significant contribution to 20th-century South Asian Islamic thought.

Keywords: Allama Arshad al-Qadri, Islamic Hermeneutics, Literary Methodology, South Asian Islamic Thought, Exegetical Discourse, Classical and Rational Synthesis.

تعارف:

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ممتاز عالمِ دین، مدرس، مبلغ اور دینی رہنما تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کی تعلیم، تبلیغ اور اہلِ سنت کی دینی و فکری خدمت میں گزاری۔ آپ کی تاریخِ ولادت کے بارے میں اختلاف ہے، تاہم بعض شواہد کے مطابق آپ کی ولادت 9 جنوری 1923ء کو ایک علمی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کا اصل نام غلام رشید تھا، جبکہ "ارشد" تخلص اور قادری نسبت بعد میں مشہور ہوئی۔ بچپن میں والدہ کے انتقال اور مالی مشکلات کے باعث آپ کی تعلیم میں رکاوٹ آئی، لیکن علم حاصل کرنے کا شوق اتنا مضبوط تھا کہ آپ مشکلات برداشت کرتے ہوئے خود اپنے بھائی کے پاس پہنچے اور پھر جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے 1944ء میں فراغت حاصل کی اور اپنے وقت کے جلیل القدر علماء سے استفادہ کیا[1]۔

فراغت کے بعد آپ نے تدریس کا آغاز کیا اور ناگپور میں مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم میں خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں جمشید پور میں مدرسہ فیض العلوم قائم کیا، جو آپ کی محنت سے ایک اہم دینی مرکز بن گیا۔ آپ کی تدریسی کوششوں سے تقریباً ڈیڑھ ہزار علماء تیار ہوئے۔ آپ نے مختلف دینی ادارے، مدارس، مساجد اور تنظیمیں قائم کیں اور ہندوستان و بیرونِ ملک وسیع تبلیغی و دعوتی اسفار کیے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے ذریعے عالمی سطح پر اسلامی پیغام پہنچانے میں بھی اہم کردار ادا کیا[2]۔ دینی جدوجہد کے باعث آپ کو مختلف مشکلات اور قید و بند کا سامنا بھی کرنا پڑا، لیکن آپ اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹے۔ آپ نے متعدد حج و عمرے کیے اور اپنی زندگی کا بڑا حصہ علمی، دعوتی اور ملی خدمات میں صرف کیا[3]۔ 29 اپریل 2002ء کو دہلی میں آپ کا وصال ہوا اور یکم مئی 2002ء کو جمشید پور میں مدرسہ فیض العلوم کے احاطے میں تدفین ہوئی۔ آپ کی زندگی علم، عمل، دعوت، استقامت اور ملت کی خدمت کی ایک نمایاں مثال ہے۔ اب ان کی تالیفات کا منہج و اسلوب درج ذیل ہے:

تفسیر اُم القرآن

سورہ فاتحہ کی تفسیر میں علامہ ارشد القادری نے یہ کتاب تحریر کی ہے۔ اس تصنیف میں آپ کا اسلوب محققانہ ہے۔ تفسیر کی جو جو تعریفات تفاسیر و اصول تفسیر میں درج ہیں یہ کتاب ان پر پورا اترتی ہے۔ علامہ صاحب نے اس تفسیر میں تحقیقی اسلوب و منہج کو اختیار کرتے ہوئے عقلی طرز استدلال کو بھی اختیار کیا ہے۔ قرآن پاک کی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے دیگر آیات قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ اپنی بیان کردہ تفسیر کی تائید میں آیات قرآنیہ کو بطور استشہاد ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ محققانہ اسلوب و منہج ہونے کے باوجود زبان اور طرز بیان عام فہم ہے۔ آیات کریمہ کی تفہیم میں قاری کو اس طرح تدبر و تفکر کی دعوت دی ہے کہ آیات کے معانی و مفاہیم کے جملے پہلو اس پر آشکار ہو جاتے ہیں۔[4]

آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے عمومی طور پر اذہان میں جو سوالات پیدا ہوتے ہیں ان کے جوابات عام فہم انداز میں دیئے ہیں۔ جیسے الحمد للہ رب العلمین کے الفاظ سے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرورش کا مرحلہ تخلیق کے بعد آتا ہے اس لئے یہاں رب العلمین کے بجائے خالق العلمین ہونا چاہیے تھا کیونکہ جب تک کوئی چیز عدم سے وجود میں نہ آجائے اس کی پرورش کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ علامہ صاحب نے اس سوال کو ذکر کر کے جواب دیا کہ سورہ فاتحہ صرف تلاوت کے اعتبار سے قرآن کی پہلی سورت ہے ورنہ نزول کے اعتبار سے سب سے پہلی سورت علق ہے۔ جس میں نہایت صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ کائنات کا خالق اللہ تعالی ہے۔ اس لیے یہ بات پردہ خفا میں نہیں ہے کہ عالمین کا خالق کون ہے۔ اس لیے یہاں رب کا لفظ ذکر کیا۔[5]

الحمد للہ رب العالمین کے حوالے سے ایک اور اہم سوال اور اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ جب ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کسی اور کی تعریف کیوں کی جائے؟ علامہ صاحب جواب دینے والے کہتے ہیں کہ ساری مخلوق جب خدا کی تخلیق کا نتیجہ ہے تو مخلوق کا ہر کمال خالق ہی کی طرف منسوب ہو گا۔ وہ صانع حقیقی ہے۔ تو مصنوعات کی ساری خوبیاں اسی کی طرف لوٹیں گی۔ جیسے عمارت کی تعریف دراصل معمار کی تعریف ہے۔ شعر کی تعریف فی الحقیقت شاعر کی تعریف ہے۔[6]

مصباح القرآن

علامہ صاحب جہاں ایک بہترین مفسر قرآن، عالم قرآن تھے وہیں ماہر تعلیم، نصاب سازی پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ مصباح القرآن کو آپ نے نصابی کتب کی طرز پر تحریر کیا۔ اس کا مقصد مدارس اور عصری علوم وفنون کے طلبہ میں قرآن فہمی کا ذوق بیدار کرنا ہے۔ اس کتاب کا اسلوب تدریسی نوعیت کا ہے۔ ہر سبق کو ایک عنوان دے کر پہلے الفاظ معنی دیئے گئے ہیں پھر اس عنوان سے متعلقہ آیات کو درج کیا گیا ہے۔ تا کہ مفردات کی مدد سے پہلے طالب علم خود ان آیات کریمہ کا ترجمہ کرے۔ پھر انہی آیات کریمہ کا ترجمہ کیا گیا ہے تا کہ طالب علم اپنی کوتاہی سے آگاہ ہو سکے۔[7]

اس کتاب میں عام فہم انداز بیان کو اختیار کیا گیا ہے۔ تدریجی اسلوب کی بدولت جلد ہی قاری آیات کریمہ کا ترجمہ کرنے پر قدرت حاصل کر لیتا ہے۔ آیات کریمہ کی ترتیب اور انتخاب علامہ صاحب کے علوم قرآنیہ پر دسترس کو ظاہر کرتا ہے۔ ایات کریمہ کی اس ترتیب اور انتخاب کی ایک اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس کی بدولت صرف قاری ترجمے میں مہارت نہیں حاصل کرتا بلکہ وہ بنیادی عقائد واحکام قرآنیہ کے حوالے سے نصوص قرآنی سے بھی واقفیت حاصل کر لیتا ہے۔ طلباء کی آسانی کے لیے مختلف اسباق کی ابتداء یا آخر میں تشریحی کلمات دیئے گئے ہیں۔ جس میں استدلالی اسلوب غالب ہے۔ ان کلمات میں آیات کریمہ میں مذکور عقائد کے حوالے سے مزید وضاحت کی گئی ہے۔[8]

ان تینوں مقدمات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ جب تخلیق، ربوبیت اور کارخانہ ہستی کے انتظام وانصرام میں کوئی اس کوئی شریک نہیں تو عبادت وبندگی اور الوہیت ومعبودیت میں کوئی کیسے اس کا شریک ہو سکتا ہے یہی قرآن کا عقیدہ توحید ہے۔[9]

علامہ صاحب نے بڑی جامعیت کے ساتھ قرآنی عقیدہ توحید کا خلاصہ جامع انداز میں پیش کیا ہے۔

علم غیب

اس رسالے میں علم غیب کے حوالے سے وارد ہونے والے چند اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ رسالے کا انداز مکالماتی تحریر پر مشتمل ہے۔ اس رسالے کا اسلوب محققانہ ہے۔ جس میں آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور اقوال سلف صالحین سے استدلال کرتے ہوئے آیات قرآنیہ اور احادیث کریمہ میں بظاہر تعارض کو دور کیا گیا ہے۔ اس سے مصنف کی قرآن فہمی، علوم حدیث میں مہارت اور تفسیری ماخذ کے عمیق مطالعے کا پتا چلتا ہے۔

آپ نے اولا آیت قرآنی کو نقل کیا۔

عَلِمُ الغَيبِ فَلا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ۔[10]

"عالم الغیب خداوند کسی کو بھی اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا، لیکن جسے اپنے رسولوں میں سے منتخب کر لیتا ہے۔"

حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے روایت کیا:

عن ابن عمر قال: قال رسول صلی الله علیه وسلم: ان الله تعالی قد رفع لی الدنیا، فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیمة ، کانما انظر الی کفی هذه ۔[11]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں پر سے دنیا کے حجابات اٹھادیئے۔ پس میں دنیا کو اور دنیا میں ہونے والے واقعات کو دیکھ رہاہوں اور قیامت تک دیکھتا رہونگا، مثل اپنی اس ہتھیلی کے "۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے قول کو نقل کیا

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے " تفسیر عزیزی" میں پارہ سیقول کی ایک آیت "وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا " کے تحت در بارہ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرمایا

"و باشد رسول بر شما گواه زیرا که او مطلع است بنور نبوت بر رتبه هرمتدین بدین خود که در کدام درجه از دین من رسیده است و حقیقت ایمان او چیست ، و حجابے کہ بدال از ترقی محجوب مانده است کدام است .

پس او می شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شما را "۔

"تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے اور ان کی گواہی اس لیے قابل قبول ہو گی کہ وہ اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین پر چلنے والے کے رتبے سے واقف ہیں کہ دین میں اس کا کیا مقام ہے اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور وہ کون ساحجاب ہے، جس کے سبب سے وہ ترقی سے رک گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم سب کے گناہوں کو پہچانتے ہیں اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے اچھے برے کاموں سے واقف ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی جانتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، تو آیا دل سے وہ مسلمان ہے، یافقط ظاہر میں مسلمان ہے اور دل میں منافق۔[12]

محمد رسول اللہ قرآن میں

سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے آیات کریمہ کو اس رسالے میں جمع کیا گیا ہے۔ اس رسالے کا اسلوب مدلل، عام فہم اور ناصحانہ ہے۔ آیات قرآنیہ سے استدلال اور مفسرین کی آراء کو ذکر کر کے دعوت فکر دی گئی ہے کہ ان کی روشنی میں ہر بندہ مومن اپنا محاسبہ کرے۔ بارگاہ نبوی کی عظمتوں، رفعتوں اور نزاکتوں کا ادراک کر کے محبت وعقیدت اور ادب واحترام کی دولت سے دامن بھرے۔

عظمت مصطفی کو بیان کرنے کا انداز ملاحظہ ہو :

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

من اطاعنی فقد اطاع الله ۔[13]

اس جملے پر یہودیوں نے اعتراض کیا کہنے لگے کہ آپ خدائی منصب لینا چاہتے ہیں ان کی خواہش ہے کہ خدا کی طرح ان کی بھی پرستش ہو. ان کے اس طعن کے جواب میں آیت نازل ہوئی "من یطع الرسول فقد اطاع الله" اس میں یہودیوں کے اس خیال کی تردید کی گئی کہ اطاعت اور عبادت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔[14]

سرکار کا جسم بے سایہ

یہ رسالہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کے سایہ نہ ہونے کے نظریے کے حوالے سے ہے۔ رسالے میں تحقیقی اسلوب و منہج کو اختیار کیا گیا ہے۔ اپنے اس دعوی کے ثبوت میں مصنف نے احادیث کریمہ اقوال ائمہ سے استدلال کیا ہے۔[15]

امام الحدیث حکیم ترمذی حضرت ذکوان سے روایت کرتے ہیں

سرور دوعالم کا سایہ مبارک نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا نہ چاند کی چاندنی میں۔[16]

امام سیوطی نے خصائص کبری میں ابن سبع سے یہ روایت نقل کی کہ حضور پاک صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ نور تھے آفتاب و مہتاب کی روشنی میں جب چلتے تھے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا۔

بعض ائمہ نے کہا کہ اس واقعے پر حضور کی وہ حدیث شاہد ہے جس میں حضور کی یہ دعا منقول ہے کہ پروردگار مجھے نور بنادے۔[17]

جلوہ حق

اس رسالے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے علوم کا تذکرہ ہے۔ اس تحریر میں محققانہ ،ناقدانہ اسلوب غالب ہے۔ آپ نے قرآنی آیات کریمہ ،احادیث مبارکہ، آیات کریمہ کی وضاحت میں مشہور مفسرین کی تشریحات اور ائمہ کرام کے اقوال کو اپنے موقف کے اثبات میں ذکر کیا ہے۔[18]

آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے اسے نقل کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔[19]

”اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم میں سے ہر ایک کو اپنے غیب پر مطلع کردے لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔“

امام نووی اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور اسی طرح کی دوسری آیتوں کا مطلب کیا ہے۔۔۔؟ حالانکہ نبی کریم کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کے ابواب میں ہم بہت سی غیب کی خبریں پڑھتے ہیں۔۔۔؟

جواب اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا ذاتی طور پر کوئی غیب نہیں جانتا اور معجزات و کرامات کے ابواب میں جو ہم غیب کی خبریں پڑھتے ہیں وہ خدا کی عطا سے انبیاء اور اولیاء کو حاصل ہوتی ہیں۔ ذاتی طور پر نہیں۔[20]

حدیث پاک سے اپنے موقف کے حوالے سے استدلال کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ ثَوْبَانَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔[21]

”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے اس طرح پیش کیا کہ میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک پوری روئے زمیں کا مشاہدہ کر لیا۔“

اقوال سلف صالحین سے استدلال کرتے ہوئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا قول نقل کرتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ پاک سے لے کر صور پھونکنے تک دنیا میں جو کچھ ہے۔ سب حضور پر منکشف کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ حضور پاک کو شروع سے آخر دنیا تک کے سارے احوال معلوم ہو گئے اور ان باتوں میں سے کچھ کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔[22]

عینی مشاہدات

یہ کتاب آپ کے چند سفروں کی روداد پر مشتمل ہے۔ ویسے تو آپ کی زندگی کے بیشتر ایام سفر میں ہی کٹے لیکن کثرت مشاغل نے آپ کو ان اسفار کے احوال کو قلم بند کرنے کی مہلت نہیں دی۔ علامہ صاحب نے ان سفر ناموں میں روایتی اسلوب سے ہٹ کر تخلیقی منہج اختیار کیا ہے۔ جن اسفار کے احوال آپ نے تحریر کیے ہیں ان میں سیاحتی اور ادبیانہ اسلوب بیک وقت نظر آتے ہیں۔ ان سفر ناموں میں منظر نگاری اور مورخانہ اسلوب نمایاں ہیں۔ ان سفر ناموں سے آپ کی ذہانت و فطانت، قوت مشاہدہ اور مؤرخانہ صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ مشاہدہ ہے، مختلف معاشروں کے رسم رواج، تہذیب و ثقافت کے بارے میں آگاہی ملتی ہے۔[23]

ان سفر ناموں میں سیاسی، مذہبی اقتصادی اور سماجی حالات پر ماہرانہ تبصرہ کر کے قاری کی معلومات میں بیش بہا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً لیبیا کے سفر نامے میں وہ اس ملک کے متعلق یہ معلومات قلمبند کرتے ہیں:

"لیبیا کی کل آبادی 33 لاکھ ہے جبکہ زمین کا رقبہ 9 لاکھ مربع میل ہے۔ آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ پٹرول ہے۔ آج کل روزانہ تیل کی پیداوار 6 لاکھ بیرل ہے۔ صنعتی ترقی کی راہ میں لیبیا سرعت کے ساتھ پیش قدمی کر رہا ہے۔ صنعتی کاروبار کا سب سے بڑا مرکز بنغازی ہے۔ ملک پر اشتراکی نظام کا پوری طرح تسلط ہے۔ ذاتی ملکیت کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی ساری تجارتیں حکومت کے قبضے میں ہیں۔ یہاں نہ کوئی بازار ہے اور نہ پرائیویٹ دکانیں۔ ضرورت کی ہر چیز راشنگ سسٹم سے ملتی ہے۔ سرکاری دکانوں پر لوگوں کو لائن لگانی پڑتی ہے۔ یہاں من پسند چیز کی خریداری کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات دو دو ہفتے تک لوگوں کو گوشت اور انڈا نہیں ملتا ہے۔ یہاں آنے کے بعد تجربہ ہوا کہ اشتراکی نظام حکومت میں شخصی آزادی کس طرح سلب کی جاتی ہے۔ عوام کی رہائش کیلئے جگہ جگہ حکومت کی طرف سے مکانات تعمیر کئے گئے ہیں۔ کوئی بھی شخص اپنی پسند کا مکان از خود تعمیر نہیں کر سکتا۔"[24]

اسی طرح سرینام کے سفر نامے میں وہ اس چھوٹے سے ملک کی جغرافیائی ہیئت کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

"اس ملک کے ایک سمت گیانا ہے دوسری سمت فرنچ گیانا ہے تیسری طرف برازیل ہے اور چوتھی طرف بحر اٹلانٹک ہے جو نیویارک تک چلا گیا ہے۔ یہاں کی کل آبادی ساڑھے چار لاکھ ہے جبکہ ملک کا رقبہ ہندستان کے صوبہ اڑیسہ کے برابر ہے۔ پورے ملک میں صرف دو شہر ہیں۔ ایک راجدھانی پاراماری بو اور دوسرا نیکری جو ضلع کا صدر مقام ہے۔ باقی چھوٹے گاؤں ہیں جو جنگلوں میں آباد ہیں۔ اس ملک کا نصف حصہ جنگلوں پر مشتمل ہے"۔[25]

المکاتیب:

علامہ ارشد القادری کے مکتوبات بہت سی خصوصیات کے جامع ہیں۔ ان میں متنوع موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ یہ مکاتیب علمی، ادبی، تنقیدی، اصلاحی اور فکری پہلو سے بھر پور ہیں۔ ان مکاتیب میں ملی، سماجی سیاسی و دینی اور علمی ضرورتوں جیسے زندہ موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان خطوط کو تاریخی حیثیت بھی حاصل ہے کہ ان میں بیسویں صدی کے نصف آخر کی ملی تاریخ کے اہم گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ ان خطوط میں علامہ صاحب جابجا علمی اور فقہی مسائل کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ ملی مسائل و افتراق و انتشار پر دکھ درد کا اظہار ہے تو معاصرین کا احتساب اور حوصلہ افزائی جیسے خطوط بھی ہیں۔ ملکی و غیر ملکی تبلیغی مساعی کا تذکرہ بھی ہے۔ ان خطوط میں علامہ نے مخصوص اور منفرد اسلوب میں اعلی نثر لکھی ہے۔ ان مکاتیب میں ایک طرف عالمانہ و محققانہ اسلوب و منہج میں سیاسی و دینی بصیرت کا اظہار ہے تو وہیں ناقدانہ بصیرت کے اسلوب بھی نظر آتے ہیں۔[26]

ملی مسائل پر آپ کی دلی کیفیت اور عملی کاوشوں کا اندازہ اس مکتوب سے ہوتا ہے۔

ورلڈ اسلامک مشن کے ایک وفد کے ساتھ ہم 12 جولائی کو انگلستان سے روانہ ہوئے۔ 13 جولائی کو ہالینڈ میں ہیگ اور ایمسٹرڈیم میں متعدد اجتماعات سے ہم نے خطاب کیا۔ 14 کو بلجیم کا سفر کیا اور شام کو ہم مغربی جرمنی پہنچے۔ اس وقت ہمارا قیام یہاں کے مشہور شہر ایسن میں ہے۔

عالمی جنگ کی تباہی کے بعد جرمن قوم کی نشاۃ ثانیہ کے آثار صاف نظر آرہے ہیں۔

اس شہر میں ایک لاکھ سے زائد ترکی مسلمان آباد ہیں۔ سارے مغربی جرمنی میں ترکی مسلمانوں کی تعداد گیارہ لاکھ ہے۔ فرینکفرٹ، میونخ اور ہمبرگ میں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے۔ جہاں کئی مسجدیں بھی ہیں اور آباد ہیں۔ جنگ عالمگیر میں تباہ شدہ فیکٹریاں اسی حالت میں ہیں۔ یہاں ایک انچ زمین بھی بیکار نہیں ہے، یا تو کھیت لہلہا رہے ہیں، یا فیکٹریز ہیں یا پھر مکانات اور عمارتوں کے سلسلے ہیں۔ اخلاقی طور پر یورپ کے تمام شہروں کی طرح جرمن قوم بھی انحطاط کا شکار ہے۔ ابھی ایک نئے سفر کی تیاری مکمل ہوگئی ہے۔[27]

رسالت محمدی کا عقلی ثبوت

عقل کی بنیاد پر کئی اسلامی مسلمہ عقائد و نظریات کا انکار ایک عام انداز بن چکا ہے۔ رسالت محمدی کے اثبات کے لیے جہاں نقلی دلائل موجود ہیں۔ وہیں علامہ صاحب نے اس رسالے میں استدلالی انداز و منہج کو اختیار کرتے ہوئے رسالت محمدی کے اثبات پر ایسے جامع و مدلل دلائل ذکر کیے ہیں کہ ہر ذی شعور رسالت محمدیہ کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس رسالے میں استدلالی منہج واسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔

طرز استدلال عام فہم ہے جو کم پڑھے لکھے افراد کے لیے بھی قابل استفادہ ہے۔[28]

عقلی طور پر رسول کی شناخت کے لیے علامہ صاحب نے تین باتوں کو معیار قرار دیا ہے۔

اول رسول کی زندگی گردو پیش کے ماحول کی تاثیرات سے بالاتر اور معصوم و ممتاز ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے آپ کی زندگی کا ہر پہلو نشست و برخاست، رفتار و گفتار سیرت و اطوار اخلاق و عادات، عبادات و معاملات اتنا اعلیٰ تھا کہ بدترین دشمن بھی آپ کی سیرت و کردار کی عظمت کے معترف تھے۔ یہ زندگی صرف عام لوگوں سے یکسر منفرد ہی نہیں تھی بلکہ اتنی جامع اور مکمل ہے کہ ہر دور کے لیے انسانوں کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے۔[29]

رسول کی شناخت کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رسول، اللہ تعالی کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے تصرفات کی قدرت سے بھی مالا مال ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی مبارک زندگی میں پیغمبرانہ طاقت و قوت کے نہایت حیرت انگیز مناظر نظر اتے ہیں۔ جملہ معجزات چاند کا دو ٹکڑوں میں بٹنا، پتھروں کا سلام کرنا، پتھروں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ آپ کی خداداد طاقتوں کا کرشمہ تھا۔[30]

شخصیات

علامہ نے اپنی زندگی میں تاریخ اسلامی کی جن معزز ترین اور عہد ساز شخصیات پر مضامین قلم بند کئے تھے، ان کے وصال کے بعد انہیں مضامین کے مجموعے کو شخصیات کے نام سے کتابی شکل میں ان کے صاحبزادے ڈاکٹر غلام زرقانی منظر عام پر لائے، بڑے سائز کے اس مجموعے کی اشاعت دارالکتاب دہلی کے زیر اہتمام فروری 2007ء میں ہوئی۔ اس میں بعض مضامین ایسے ہیں جو مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے تھے لیکن کچھ ایسے بھی مضامین ہیں جو اس مجموعے میں شامل ہونے سے قبل مخطوطہ کی شکل میں موجود تھے۔

اس کتاب میں کل بارہ شخصیات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔[31]

یہ مضامین خاکہ نگاری کی بہترین مثال ہے ان کی زبان اور انداز دونوں ادبیانہ ہے۔

علامہ نے اپنے عصر کی بعض شخصیات کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے جو تاثراتی مضامین قلم بند کئے، ان میں خاکہ نگاری کے جواہر پارے بکھرے پڑے ہیں، ان سے ان کی قوت مشاہدہ، احساس تناسب اور مصورانہ مہارت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مرقع نگاری کے لئے مصورانہ قوت کی کارفرمائی ضروری قرار دی جاتی ہے اور علامہ کو اس میں مہارت حاصل ہے۔ الحاج محمد تیغ علی کا سراپا بیان کرنے کا انداز دیکھئے:

> "چہرہ مبارک روشن اور باوقار.... سر مبارک متوسط... آنکھیں سرنگیں.... ناک سڈول اور قدرے ابھری ہوئی... دہن مبارک متوسط.... دندان مبارک چھوٹے اور موتی کی طرح چمکدار... رخسار مبارک پر کئی تل .... لب ہائے شریف نہ زیادہ موٹے نہ زیادہ باریک ریش مبارک گھنی سینہ متوسط. گردن پر گوشت .... بدن گٹھا ہوا. قامت زیبا رنگ گندمی اور چمکدار بھویں باریک... پائے اقدس متوسط.... انگلیاں آپس میں ملی ہوئیں.... داہنے پاؤں کے تلوے میں جھنڈے کا نشان"۔[32]

مولانا ضیاء الدین احمد مدنی کی خانقاہ کی یہ تصویر ملاحظہ فرمائیے۔ مصورانہ قوت یہاں بھی عروج پر ہے:

> "مدینۃ النبی میں حضرت شیخ کی خانقاہ عشق و عقیدت اور عرفان و اتقان کی ایک ایسی آفاقی تربیت گاہ تھی جہاں روئے زمین کے سارے خطوں سے اہل شوق کے قافلے اترتے تھے.... دلوں کی سرزمین پر بادل کی طرح فیضان کی بارش ہوتی تھی.... مایوس روحوں کے آفاق پر صبح امید کا اجالا پھیلتا تھا... اور حب رسول کے کیف میں ڈوبا ہوا ماحول اندر سے لے کر باہر تک روح و تن کی پوری بستی کو مہکا دیتا تھا۔
>
> موسم حج کے موقع پر تو ان کے میکدہ عشق و عرفان میں بہار آ جاتی تھی۔۔ صبح سے شام اور شام سے رات گئے تک ہر وقت بادہ کشوں کا ہجوم لگا رہتا تھا.... ذکر الہی، تلاوت قرآن اور نغمہ ہائے نعت اور صلوٰۃ و سلام کے ترنم سے پوری فضا معطر رہتی تھی... سرور مستی کے عالم میں کبھی آنکھوں کے پیانے چھلکتے، کبھی محفل

سے نالہ وفغاں کی چیخ بلند ہوتی۔ کبھی یارسول اللہ کی ضرب سے دلوں کی گرہیں کھلتیں...اور کبھی ساقی کی نگاہ التفات اٹھتی تو روحوں کے دامن سے جنم جنم کا غبار دھل جاتا۔"[33]

تجلیات رضا

یہ کتاب ان مقالات اور مضامین کا مجموعہ ہے جو علامہ ارشد القادری نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی سیرت، شخصیت اور کارناموں کے حوالے سے مختلف مواقع پر تحریر فرمائے۔ ان مقالات کے ذریعے انہوں نے مولانا احمد رضا خان صاحب سیرت وسوانح، فقاہت، سخنوری، زبان دانی، نکتہ سنجی، دقیقہ رسی اور دیگر محاسن پر روشنی ڈالی ہے۔[34]

ان مقالات میں علامہ نے خاکہ نگاری کو اسلوب و منہج کو بڑی مہارت سے استعمال کیا ہے۔ ایک اچھا خاکہ وہی ہوتا ہے کہ جس میں کسی انسان کے کردار اور انداز دونوں کی جھلک ہو۔ خاکہ پڑھنے کے بعد اس کی صورت، سیرت، مزاج، افکار اور زاویہ نظر سب سامنے آئیں۔ اس کی شخصیت کا اثر قارئین پر خود بخود پڑے۔ بطور نمونہ اس ایک اقتباس کو پڑھنے کے بعد ناموس عشق کے حوالے سے امام احمد رضا کی حساسیت اور بارگاہ نبوی سے والہانہ عقیدت و محبت کا منظر سامنے آتا ہے۔ معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کردو۔ لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہوگئی ہے۔ ہائے غضب ہو گیا، جن کے کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے، ان کے کاندھے پر میں نے سواری کی۔ قیامت کے دن اگر کہیں سرکار نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میرے فرزندوں کا دوش نازنین اس لیے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا؟ اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہو گی؟ آہ! اس ہولناک تصور سے ہی کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔[35]

چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے، اس لیے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ جب ہی ادا ہو گا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پر اٹھاؤں گا۔ اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل ہل گئے۔ وفور اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہو گئیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادے کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی ہی پڑی۔ آہ وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا، جب اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم وفضل، جبہ و دستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی حبیب کے لیے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا۔[36]

نقش کربلا

یہ کتاب کربلا کے حوالے سے علامہ کے لکھے گئے چند مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں قصہ نگاری، خاکہ نگاری کا منہج و اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں ناقدانہ اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے واقعہ کربلا پر مختلف اعتراضات کرنے والوں پر محققانہ انداز میں نقد کیا گیا ہے۔

تشبیہات سے پر ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

ذرا دیکھئے! یہ کالی گھٹاؤں کی طرح کاکل، یہ چاند کی طرح درخشاں پیشانی، یہ نور کی موجوں میں نکھرا ہوا چہرا، یہ پروئے ہوئے موتیوں کی طرح دانتوں کی قطار، یہ پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح پتلے پتلے ہونٹ، یہ گلریز تبسم، یہ گہربار تکلم، یہ رحمتوں کا سویرا، سرمگیں آنکھیں یہ معصوم اداؤں کا چشمہ سیال، سچ بتایئے کیا یتیموں کی یہی سج دھج ہوتی ہے۔" (دوشہزادے) نور کی موجوں میں نکھرا ہوا چہرا، یہ پروئے ہوئے موتیوں کی طرح دانتوں کی قطار، یہ پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح پتلے پتلے ہونٹ، یہ گلریز تبسم، یہ گہربار تکلم، یہ رحمتوں کا سویرا، سرمگیں آنکھیں یہ معصوم اداؤں کا چشمہ سیال، سچ بتایئے کیا یتیموں کی یہی سج دھج ہوتی ہے۔"[37]

فصاحت زبان کی یہ مثال:

مدینے کی مسافت گھٹتے گھٹتے اب چند منزل رہ گئی ہے، ابھی سے پہاڑوں کا جگر کانپ رہا ہے، زمین کی چھاتی دہل رہی ہے، قیامت کو پسینہ آرہا ہے کہ کربلا کے فریادی مالک کونین کے پاس جارہے ہیں، قافلے میں حسین نہیں ہیں، ان کا کٹا ہوا سر چل رہا ہے ، استغاثے کے ثبوت کے لئے کہیں سے گواہ لانا نہیں ہے، بغیر دھڑ کا حسین جب اپنے نانا جان کی تربت پر حاضر کیا جائے گا تو خاک دان گیتی کا انجام دیکھنے کے لئے کس کے ہوش سلامت رہ جائیں گے۔"[38]

لالہ زار

یہ علامہ صاحب کی لکھی ہوئی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ علامہ نے تاریخی واقعات کو قصوں کے پیرائے میں بیان کیا۔ اس سے ان کا مقصود نوجوان نسل کی ذہن سازی اور کردار و فعال کی درستگی تھا۔ ان کہانیوں میں قصہ نگاری کا منہج و اسلوب اپنایا گیا۔ ادیبانہ نثر کی جملہ خوبیاں ان میں موجود ہیں۔

ان کے قصوں کی زبان اتنی شگفتہ، شیریں، برجستہ رواں دواں، سلیس اور پختہ ہے کہ قاری کا ذوق لطیف ایک نئی چاشنی اور لذت محسوس کرتا ہے۔ محاوروں کا برمحل استعمال، نازک تشبیہات و استعارات اور فصاحت و بلاغت کے جواہر ہر طرف موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔[39]

زبان کے اعجاز کا ایک نمونہ دیکھئے۔ "کہانی انعام شکست" میں حضرت جنید سید زادے سے مخاطب ہیں۔ کشور عقیدت کے تاجدار! میری عزت اور ناموس کا اس سے بہترین مصرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسے تمہارے قدموں کی اڑتی ہوئی خاک پر نثار کردوں۔ چمنستان قدس کی پژمردہ کلیوں کی شادابی کے لئے اگر میرے جگر کا خون کام آسکے تو اس کا آخری قطرہ بھی تمہارے نقش پا میں جذب کرنے کے لئے تیار ہوں۔

بلاغت کا ایک نمونہ دیکھئے:

بچی کیا تھی، حسن و زیبائی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ایک مورت تھی، جو دیکھتا حیران و ششدر رہ جاتا، سارے شہر میں بجلی کی طرح یہ خبر مشہور ہوگئی کہ سونار کے گھر میں آسمان کی زہرا اتر آئی ہے۔"[40]

ان قصوں کی زبان میں کہیں کہیں شعریت بھی پائی جاتی ہے، مثلاً یہ اقتباس:

> "معراج کی شب تھی..... سارا عالم بالا سلطان کونین کے خیر مقدم کے لئے چشم براہ تھا۔ ملائکہ مرسلین کے جھرمٹ میں شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ سرکار کی سواری پہنچی..... سلامی کے لئے قدسیوں کے بیڑے جھک گئے عرش کا پرچم سرنگوں ہو گیا... امیدوں کے ہجوم سے گزرتے ہوئے عالم ملکوت کا معائنہ فرمایا... اب گشت کے لئے باغ فردوس کی طرف بڑھے مرحبا کہنے کے لئے ہر طرف حور و غلماں کی صفیں ایستادہ تھیں .... حضرت جبریل امین قدم قدم پر ہمرکاب تھے۔"[41]

نصیبے کی ارجمندی

علامہ نے کرداروں کی پیکر تراشی میں بھی کمال ہنر مندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ لفظوں سے ایسی تصویر بناتے ہیں کہ سارا سراپا نظروں کے سامنے گھومنے لگتا ہے، یہ مثال دیکھئے:

”کمشنر کی ایک نوجوان لڑکی تھی، ہزاروں لالہ رخوں اور زہرہ جمالوں کی کہانیاں اس کی ایک ایک ادا میں سمٹ آئی تھیں، سرشار آنکھوں سے شراب کے پیانے چھلکتے، مہتاب کی طرح درخشاں پیشانی ہر وقت موج نور میں غرق رہتی، چلتی تو فتنہ محشر جگاتی، باتیں کرتی تو پھول جھڑتے، جمال و رعنائی اور حسن و دلکشی کا وہ ایک ایسا مجسمہ تھی کہ مغربی تہذیب کے اور عنائی اور حسن و کا ایک ایسا مغربی وہ گھرانے میں بھی ہر وقت وہ پردے میں رہتی تھی۔“[42]

زلف وزنجیر

علامہ کا ایک مفید اور دلچسپ شاہکار ہے، جس کے ذریعہ حضرت موصوف اپنی حکایت گوئی کی صلاحیت کو با آسانی تسلیم کرا لیتے ہیں۔ یہ کتاب آپ کی لکھی ہوئی حکایات کا مجموعہ ہے۔ جس میں قصہ نگاری اور ادیبانہ اسلوب و منہج آپ نے اپنایا ہے۔ حکایت افسانہ اور قصہ گوئی کا فن جتنا قدیم اور مقبول ہے، اتنا ہی مفید بھی۔ شاید یہی وہ واحد فن ہے کہ جس کے کہنے اور سننے پر قرآن عظیم نے بھی مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ [43]

”کہانیاں کہتے رہو کہ لوگ کچھ تو سوچ بچار کریں۔“

چند قصوں پر مشتمل اس ادب پارے میں علامہ موصوف نے زبان و بیان کے ایک خاص رنگ، اچھوتے ڈھنگ اور خود اعتمادی کے ساتھ بڑے موثر انداز میں اس فن کو صفحہ قرطاس پر لانے کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔ منظر نگاری، پرکشش تراکیب، زبان کی درستگی اور پختگی، بیان کی برجستگی، خیال کی شگفتگی فکر کی پرواز اور رواں دواں پیرایہ اظہار کے ذریعہ علامہ موصوف نے ان تمام حکایتوں کو اتنا دلچسپ بنا دیا ہے کہ زبان و ادب اور قصہ گوئی کے اس فن کا ذوق رکھنے والا کوئی بھی غیر جانب دار قاری ان کہانیوں کا گرویدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جگہ جگہ فصاحت، بلاغت، محاوروں کا برمحل استعمال، نازک تشبیہات و استعارات، تازگیٔ مضمون، پرواز تخیل اور وسعت نظر کے جوہر علامہ کی اس تصنیف میں کھل کر سامنے آئے ہیں۔[44]

"اذان بلالی" میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خوبصورت نثر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ "اے خوشا! نصیب کہ جس کے تن کی سیاہی غلاف کعبہ میں جذب ہو گئی اور جس کے دل کا نور عرش کی قندیل نے مستعار لے لیا جو اپنے نسب کے اعتبار سے غلام تھا، لیکن حسب میں ملت اسلامیہ کا آقا کہلایا۔ یہ حقیقت ہے کہ عشق رسالت کے فیضان نے ایک مشت غبار کو کائنات کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔[45]

اظہار عقیدت

علامہ ارشد القادری ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ اظہار عقیدت کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ شعر گوئی کے جملہ تقاضوں سے آگاہ تھے۔ اپنی دلی کیفیات و جذبات کا اظہار کرنے پر کمال قدرت رکھتے تھے۔ آپ کا اسلوب نہایت صاف ستھرا عام فہم اور چبھتا ہوا ہے۔ آپ کے کلام کی نمایاں خصوصیت اس کی اثر آفرینی ہے۔[46]

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے یہ اشعار اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

بہر دیدار مشتاق ہے ہر نظر دونوں عالم کے سرکار آجائے

چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر دونوں عالم کے سرکار آجائے

سدرۃ المنتہی عرش و باغ ارم ہر جگہ پڑ چکے ہیں نشان قدم اب تو اک بار اپنے غلاموں کے گھر دونوں عالم کے سرکار آ جائے:

شام امید کا اب سویرا ہوا سوئے طیبہ نگاہوں کا ڈیرا ہوا

بچھ گئے راہ میں فرشِ قلب و نظر دونوں عالم کے سرکار آجائے [47]

جمالِ نور کی محفل سے پروانہ نہ جائے گا

مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

بڑی مشکل سے آیا ہے پلٹ کر اپنے مرکز پر

مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

یہ مانا خلد بھی ہے دل بہلنے کی جگہ لیکن

مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا [48]

مرکز عقیدت سے بچھڑنے کا احساس ہی ایک محب کے لیے سوہان روح ہوتا ہے۔ آپ اپنے جذبات کی عکاسی یوں کرتے ہیں۔[49]

سحر البیان

علامہ صاحب کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ ان تقاریر کا اسلوب نہایت پرکشش، منطقی اور خوبصورت ہے۔ آپ عالمانہ، محققانہ گفتگو کو عام فہم اسلوب میں یوں بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک فرد اس سے بآسانی استفادہ کرتا ہے۔ آپ کے تقریری مجموعے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ان تقاریر میں قرآن و احادیث سے استدلال، فقہی مسائل، ملکی و ملی مسائل اور عالمی مسائل کو پر اثر استدلالی اسلوب میں پیش کیا ہے۔ ناصحانہ اسلوب ان تمام تقاریر میں غالب ہے۔[50]

علامہ ارشد القادری ایک شخص نہیں بلکہ ایک اپنی ذات میں ایک انجمن اور تحریک تھے۔ ان کی زندگی کے شب وروز ملک وملت کی فلاح و بہبود اور اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے ان تھک کوششیں کر کے ملک و بیرون ملک کئی عظیم الشان، فقید المثال تاریخی کانفرسوں کا انعقاد کیا۔ یہ ان کانفرنسوں میں دیئے گئے خطبات استقبالیہ کا مجموعہ ہے۔ ان خطبات میں متعلقہ کانفرنس کے انعقاد کے اسباب و اغراض کو بڑے عام فہم، جامع اور مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان خطبات سے علامہ کی بیدار مغزی، عالمی و ملکی حالات سے آگاہی، مسلمانوں کو درپیش مسائل کا ادراک اور ان کے مسائل کے حل کے لیے بہتریں تجاویز ملتی ہیں۔ ان خطبات کا اسلوب و منہج بیانیہ ہے۔ ناصحانہ، عام فہم اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے موقع محل کی مناسبت سے قرآنی آیات، احادیث کریمہ علمائے سلف کی آراء اور تاریخی حقائق سے استدلال کیا گیا ہے۔ ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور مسائل سے نجات پانے کے لیے انقلابی سوچ اور انقلابی اسلوب و منہج کی جھلک بھی ان خطبات میں نظر آتی ہے۔[51]

حضرات! اس ملک میں داعی کی حیثیت سے جب ہم اپنی دعوتی کارگزاریوں کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہمیں بہت مایوسی ہوتی ہے۔ اس سمت میں ہماری طرف سے کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں کی غیر مسلم اقوام

میں دعوت کا کام کرنے کے لیے جن صلاحیتوں اور تبلیغی وسائل کی ضرورت ہے، اس کی طرف ہم نے کوئی توجہ نہیں کی۔ ہمارے پاس ایسے تربیت یافتہ علماء کی نہ ہی کوئی ٹیم ہے، جو یہاں کی غیر مسلم اقوام کی زبانوں اور رسم الخط پر عبور رکھتا ہو، نیز ان کے مذاہب کی کتابوں اور ان کی ثقافت و تاریخ کا گہرا مطالعہ ان کے پاس ہو۔

حضرات! اس ضرورت کے پیش نظر ہم نے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کے نام سے اسلام کے داعیوں کے لیے ایک تربیت گاہ کی بنیاد رکھی، جس کے اہتمام میں کل ہندی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔[52]

صدائے درویش

علامہ صاحب ایک کثیر التصانیف مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ -ایک کہنہ مشق صحافی بھی تھے۔ انہوں نے صحافت کو صرف فکر اسلامی کی ترویج تک محدود نہیں رکھا بلکہ ملی، سیاسی، مذہبی اور جماعتی ہر مسئلے پر بے باکانہ انداز میں گفتگو، ارباب اقتدار کے خلاف ان کے قلم کی شعلہ افشانیاں اس قدر تیز تھیں کہ ان کے رسالے جام کوثر پر پابندی لگادی گئی تھی۔ دوسرا رسالہ جام نور بھی حکومتی عتاب کا شکار ہوا۔ آپ نے اپنی تحریروں سے مسلمانوں کی مردہ رگوں میں لہو دوڑانے کا وہ قابل فخر کارنامہ انجام دیا جو تاریخ صحافت کا ایک روشن باب ہے۔[53]

اپنے خیالات کی ترسیل کے لیے انہوں نے جس وہ صحافتی زبان استعمال کی کہ عام پڑھے لکھے شخص کی فہم کے مطابق ہو اور اعلیٰ درجے کے قارئین کا ذوق لطیف بھی مجروح نہ ہو۔

اپنی صحافت کو انہوں نے جماعتی شیرازہ بندی، احیائے دین اتحاد فکر و نظر، تعمیر کردار و اخلاق، خدمت خلق، تعمیر ملت، فروغ جذبہ حب الوطنی اور اتفاق بین المسلمین کے لیے استعمال کیا۔[54]

مسلم پرسنل لا

وہ مذہب اسلام جس کی صداقت دنیا کی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور جس کے قانون کو ہم نے الہامی قانون تصور کرکے چودہ سو برس سے اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے، آج چند انسان اس بات پر تل گئے ہیں کہ اس کا رشتہ ہماری زندگی سے منقطع کردیا جائے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمارے مذہب کے نجی قانون کو دوسروں پر بھی جبراً مسلط کیا جائے، ہم تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اپنی دینی تہذیب کے ساتھ اس ملک میں زندہ رہنے کا حق دیا جائے جبکہ دستور ہند میں ہر فرقے کی مذہبی ازادی کا تحفظ بنیادی حق کے طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے لیکن حیرت ہے کہ ہمارا یہ حق بجانب، معقول اور بے ضرر مطالبہ بھی ہماری حکومت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ برخلاف اس کے جو لوگ گاؤکشی کے خلاف تحریک چلارہے ہیں، بالفاظ دیگر ان کا قطعی یہ مطالبہ ہے کہ ان کے مذہب کا وہ قانون جو انہی کے ساتھ مخصوص ہے، اسے جبراً دوسروں پر بھی مسلط کردیا جائے اور حیرت ہے کہ اس لادینی اسٹیٹ میں ان کا یہ خالص مذہبی اور فرقہ وارانہ مطالبہ کئی صوبوں میں قانون کی حیثیت اختیار کرچکا ہے اور آثار شاہد ہیں کہ جلد بادیر سارے ملک پر قانون کو جبری طاقت کے ذریعہ مسلط کردیا جائے گا۔

اس کھلی ہوئی بے انصافی اور امتیازی سلوک کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے یہاں کا قانون عقل و انصاف کا پابند نہیں، بلکہ طاقتورا کثریت کے رجحانات کا پابند ہے، بلکہ کہنا زیادہ قرین واقعہ ہے کہ یہاں سرے سے قانون کی حکومت ہی نہیں ہے، یہاں صرف اس تشدد پسند گروہ کی حکومت ہے، جو اکثریت میں ہو یا اپنی بات منوانے کے لیے ملک کا امن و امان غارت کرسکتا ہو۔[55]

افکار و خیالات

علامہ صاحب نے مختلف رسائل و جرائد کے لیے متعدد مقالات تحریر کیے۔ جن کا مجموعہ افکار و خیالات کے نام سے مرتب کیا گیا اس مجموعہ میں سیرت، تصوف، پیغام اسلام نقد و نظر کے عنوانات سے چھ مختلف ابواب کے تحت ان مقالات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان مقالات میں محققانہ، محدثانہ، ناقدانہ اسلوب و منہج کو اختیار کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث، علمائے سلف، فقہی مآخذ سے استدلال کر کے موقف کو مدلل و جامع انداز سے ثابت کیا گیا ہے۔ تاریخی و معاصر حالات و واقعات اور مشاہدات کو بطور استشہاد ذکر کیا گیا ہے۔

نقد و نظر میں ناقدانہ اسلوب کو اختیار کرتے وقت مخالفین کے ہاں مسلم علمائے سلف و خلف اور ان کے اکابرین کی عبارات کو بطور تائید نقل کیا گیا ہے۔[56]

اسلام کا بنیادی نصب العین ہے بندے کا تعلق خالق و معبود کے ساتھ جوڑ دینا۔

ایک زمین پر چلنے والے انسان کا رشتہ خدا سے ہو جائے۔ وہ اس جہان آب و گل سے آگے بھی جائے، اس کا مشاہدہ کرے، بہت سارے حجابات ہیں، ان سے گزرے، تاہم خدائے برتر کے جلوؤں سے روح کو ہمیشہ سرشار رکھے۔

اچھا انسان وہ ہے، جو انسانوں کے لیے نفع بخش ہو، اس تربیت گاہ میں آکر جنھوں نے ایمان و یقین کے ساتھ اس فارمولا پر عمل کر دیا، ان کی زندگی ایک نمونہ بن جاتی ہے۔ دنیا تسلیم کر لیتی ہے کہ یہ بہتر انسان ہیں، یہ باعث رحمت اور خیر و برکت ہیں۔ یہ جہاں بیٹھ جاتے ہیں، وہاں خیر و برکت پھیل جاتی ہے۔ جس راستے سے گزر جاتے ہیں، نوازے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک لاکھوں زندگیاں ایسی ہیں، جو نمونہ کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کی جاسکتی ہیں۔ جب وہ اسلام کے دائرے سے الگ رہے، نقشہ کچھ اور تھا، جب اسلام کے دامن میں آگئے اور پانچوں ارکان و صحیح طور پر انجام دیا، تو ان کی زندگی چمکنے لگی، مہک اٹھی اور ہر طرف گلاب کی طرح خوشبو پھیل گئی۔

الفتاوی

علامہ ارشد القادری کو قسام ازل نے گوناگوں خصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ فتوی نویسی کے فن میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ الفتاوی آپ کے لکھے ہوئے فتاوی جات کا مجموعہ ہے۔ اس میں موجود فتاویٰ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ فتوی نویسی کے جملہ لوازمات اور اپنے دور کے ضروری تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ ان فتاویٰ کے مطالعے سے فقہی جزئیات، مفتی بہ اقوال، کتب فتاوی کی علمی ابحاث پر آپ کی دسترس ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے قرآن و حدیث، کتب فقہ، کتب فتاویٰ اور شروح سے محققانہ اسلوب میں ان فتاویٰ جات کو تحریر کیا ہے۔[57]

آپ سائل کے سوال اور اس کی مراد کے مطابق جواب تحریر فرماتے۔ اس لیے اس مجموعہ فتاویٰ میں مختصر جوابات بھی موجود ہیں اور طویل بھی۔ جیسا کہ مسئلہ پوچھا گیا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد کا روپیہ پوسٹ آفس میں رکھا گیا۔ اب اس روپئے کا جو بونس ملا ہے، وہ روپئے مسجد میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں، جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: مولوی محمد شوکت علی یوسفی قادری گریس گھوس روڈ گھسٹری ہاورہ

الجواب: وہ مال طیب نہیں، اس لیے انٹرسٹ کا روپے مسجد میں نہیں لگایا جائے۔

والله اعلم بالصواب

عبدہ المذنب

ارشد القادری

خادم ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ [58]

میت کے ولی کے حوالے سے سوال کا جواب بھی اسی طرح مختصر ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ والد کے دو بیٹے، ایک بڑا، ایک چھوٹا، ایک لڑکی۔ والد کے انتقال کے بعد ان کی جائداد کا ولی کون ہو سکتا ہے؟ والد کے بھائی ابھی زندہ ہیں اور ماں بھی زندہ ہے۔ دریافت طلب ہے یہ ہے کہ اس کا ولی ہو تو کون ہو؟

الجواب: ولی اقرب بڑا بھائی ہے۔

والله اعلم بالصواب [59]

طویل فتاوی جات نمونوں میں سے ایک نمونہ آپ کے مجموعہ فتاوی کے صفحہ چودہ پر ساڑھے تین صفحات کا ایک استفتا ہے جس کے جواب میں آپ نے سات صفحات کا طویل جواب تحریر کیا۔ [60]

کمالات مصطفیٰ

مولانا احمد رضا خان صاحب نے فضائل ومناقب اور اختیارات وکمالات مصطفی کے حوالے سے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ جو آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، صحابہ کرام علیہم رضوان کے معتمد اقوال وبیانات کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے مستند علمائے عظام کی تحقیقات وتشریحات پر مشتمل ہے۔ سہل پسندی کے اس دور میں اس کتاب کی افادیت اور مطالب ومفاہیم تک رسائی کو آسان بنانے کے لیے علامہ صاحب نے اس کتاب کی تلخیص وتسہیل کی۔ علامہ صاحب نے کتاب کے ایک تہائی حصے کی تلخیص کی۔ بقیہ کتاب کی تلخیص آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر غلام زرقانی نے کی ہے۔ [61]

علامہ ارشد القادری کی تلخیص کا ایک نمونہ پڑھیئے

مقام مصطفے پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خان صاحب نے لکھا۔

قرآن کریم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لیے ایسی خاص ہے کہ کافرومشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں۔ ان سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے، تو اللہ ہی کو بتائیں گے دوسرے کا نام نہ لیں گے، اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لیے ثابت فرماتا ہے کہ قسم ہے ان محبوبان خدا کی جو عالم میں تدبیر وتصرف کرتے ہیں۔ [62]

اب ذرا علامہ ارشد القادری کی تلخیص ملاحظہ فرمایئے:

> ”اب غور طلب امر یہ ہے کہ قرآن کریم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے کہ کافرومشرک تک اسے اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص سمجھتے ہیں، تاہم اللہ رب العزت نے خود ہی اس صفت کو اپنے بندوں کے لیے ثابت فرمایا ہے کہ قسم ہے محبوبان حق کی، جو عالم میں تدبیر وتصرف کرتے ہیں“۔ [63]

انوار احمدی

علامہ اسد القادری صاحب نے شیخ الاسلام حضرت علامہ حافظ انوار اللہ قادری صاحب کی تصنیف انوار احمدی کا مطالعہ فرمایا تو اس کی علمی ابحاث سے بڑے متاثر ہوئے۔ اس کتاب میں عربی و فارسی کے ثقیل الفاظ اور مشکل تعبیرات استعمال کی گئی تھیں۔[64] اس لیے علامہ ارشد القادری نے پر کشش، آسان اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اس کتاب کی تلخیص اور تسہیل فرمائی تلخیص و تسہیل کی ایک مثال پیش کیے دیتا ہے۔ پہلے شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمہ کی عبارت پڑھ لیجیے:
متذکرہ عبارت کی تلخیص و تسہیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ (صحابہ کرام) ہر قسم کے آداب خود ایجاد کرتے تھے اور ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں کرتا تھا، اس لیے کہ اس وقت تک بنیاد بے ادبی کی نہیں پڑی تھی اور اگر چند خود سروں نے بنیاد ڈالی بھی تھی، تو ان کی بد اعتقادیوں نے انہیں مؤمنین مخلصین کے دائرہ سے خارج کر دیا تھا اور دوسرے نام کے ساتھ انہیں مشتہر کر دیا تھا۔ اس لیے کوئی ان کی باتوں پر کان نہیں دھرتا تھا۔

اور اس آخری زمانے کا یہ حال ہے کہ ان حضرات نے جن کی پیروی ہمارے لیے ضروری ہے۔ قسم کے قسم قسم کے آداب کی ہمیں تعلیم دی، اب اگر ان کی پیروی میں آج کسی سے اس قسم کے افعال صادر ہو جائیں تو ہر طرف سے اعتراض کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے۔ اور صرف اعتراض ہی نہیں بلکہ شرک تک نوبت پہنچا دی جاتی ہے۔ حق تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ادب نصیب فرمائے۔[65]

خلاصہ بحث:

یہ مقالہ علامہ ارشد القادری کی تالیفات کے منہج اور اسلوب کا ایک تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔ علامہ ارشد القادری برصغیر کے ممتاز عالم دین، مدرس، مبلغ اور دینی رہنما تھے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کی تعلیم، تبلیغ اور اہل سنت کی دینی و فکری خدمت میں گزاری۔ آپ 1923ء میں پیدا ہوئے اور 2002ء میں وفات پائی۔ آپ نے درس و تدریس، دینی اداروں کے قیام، اور دنیا بھر میں اسلامی تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔

مقالے میں علامہ ارشد القادری کی مختلف تالیفات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ تفسیر ام القرآن میں انہوں نے تفسیر کے روایتی اور عقلی دونوں طریقوں کو اختیار کیا۔ صمیم القرآن میں قرآن کے موضوعاتی مطالعہ کو آسان انداز میں پیش کیا۔ رسالہ علم غیب میں علم غیب کے حوالے سے اعتراضات کا جواب دیا۔ سیرت رسول اللہ قرآن میں میں نبی کریمؐ کی عظمت کو آیات قرآنی کی روشنی میں بیان کیا۔ سرکار کا جسم بے سایہ میں نبی کریمؐ کے سایہ نہ ہونے کے نظریے کو احادیث سے ثابت کیا۔ سفر ناموں میں انہوں نے مختلف ممالک کے سماجی، اقتصادی اور ثقافتی حالات کا مشاہدہ پیش کیا۔ رسالت محمدی کے اثبات میں عقلی دلائل سے رسالت کا اثبات کیا۔ شخصیات میں اسلامی تاریخ کی عظیم شخصیات کے خاکے پیش کیے۔ جھلکیاں رضا میں امام احمد رضا خان کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔ قحط کربلا میں واقعہ کربلا کو قصہ نگاری کے انداز میں بیان کیا۔ الف لیلی میں نوجوان نسل کی ذہن سازی کے لیے کہانیاں تحریر کیں۔ زلف وزلفی میں حضرت بلالؓ کی سیرت بیان کی۔ اظہار عقیدت میں نبی کریمؐ سے عقیدت و محبت کے اشعار پیش کیے۔ خطبات استقبالیہ میں ملت اسلامیہ کے مسائل کا حل پیش کیا۔ الفتاویٰ میں فقہی مسائل کا حل دیا۔ کمالات مصطفیٰ کی تعلیم و تسہیل کی۔

---

[1]-Khushtar Nūrānī, Arshad kī Kahānī Arshad kī Zubānī, 9.

[2]-Muḥammad Chand Niẓāmī, Allāmah Arshad al-Qādirī: Ḥayāt wa-Khidmāt, 19.

[3]-Asad Allāh ibn Ghulām Muḥammad, Allāmah Arshad al-Qādirī kī Taṣānīf mein Ḥadīthī Iṣṭilāḥāt kā Istimāl aur un kā Taʿārufī Muṭālaʿah, al-Shahādah al-ʿĀlamiyyah thesis, Kanz al-Madāris Board, January 2026, 28.

[4] -Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 5.

[5] -Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 19.

[6] Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 25.

[7] -Arshad al-Qādirī, Miṣbāḥ al-Qurʾān, 5.

[8] -Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 4.

[9] Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 43.

[10] -Al-Qurʾān, 72:26–27.

[11] -ʿAlī Muttaqī ibn Ḥusām al-Dīn al-Hindī, Kanz al-ʿUmmāl (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1989), Kitāb al-Faḍāʾil, Qism al-Afʿāl, al-Bāb al-Awwal, al-Juzʾ al-Ḥādī ʿAshar, ḥadīth no. 31968, vol. 6, 189.

[12] -ʿAbd al-ʿAzīz al-Dihlawī, Tafsīr ʿAzīzī: Jawāhir ʿAzīzī, trans. Sayyid Maḥfūẓ al-Ḥaqq Shāh (Lahore: Nūriyyah Riḍawiyyah Publications, 2008), vol. 1, 850.

[13] -Ibn Mājah, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Yazīd al-Qazwīnī, Sunan Ibn Mājah, ḥadīth no. 2869.

[14] -Arshad al-Qādirī, Muḥammad Rasūl Allāh Qurʾān mein, 13.

[15] -Arshad al-Qādirī, Sarkār kā Jism Be-Sāyah, 4.

[16] -al-Qasṭallānī, Aḥmad ibn Muḥammad, al-Mawāhib al-Ladunniyyah bi-l-Minaḥ al-Muḥammadiyyah, trans. Mawlānā Muḥammad Ṣiddīq Hazārawī (Lahore: Farīd Book Stall), vol. 2, 86.

[17] -al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn ʿAbd al-Raḥmān ibn Abī Bakr, al-Khaṣāʾiṣ al-Kubrā, trans. Muftī Sayyid Ghulām Muʿīn al-Dīn Nuʿaymī (Lahore: Maktabah Aʿlā Ḥaḍrat, 2006), 19.

[18] -Arshad al-Qādirī, Jalwah-e Ḥaqq, 3.

[19] -Al-Qurʾān, 3:179.

[20] -al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, Fatāwā al-Imām al-Nawawī, ed. Dr. Muḥammad ibn ʿAlī (n.p.: Dār al-Bashāʾir al-Islāmiyyah), 241.

[21] -Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushayrī, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Fitan wa-Ashrāṭ al-Sāʿah, Bāb Halāk Hādhihi al-Ummah Baʿḍuhum bi-Baʿḍ, ḥadīth no. 7258.

[22] -ʿAbd al-Ḥaqq al-Dihlawī, Madārij al-Nubuwwah, trans. Muftī Sayyid Ghulām Muʿīn al-Dīn Nuʿaymī (Lahore: Shabbīr Brothers, July 2004), 144.

[23] -Arshad al-Qādirī, ʿAynī Mushāhadāt, 2.

[24] Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 72.

[25] -Arshad al-Qādirī, ʿAynī Mushāhadāt, 85.

[26] -Arshad al-Qādirī, al-Makātīb, 4.

[27] - Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 122.

[28] -Arshad al-Qādirī, Risālat Muḥammadī kā ʿAqlī Thubūt, 2.

[29] -Arshad al-Qādirī, Risālat Muḥammadī kā ʿAqlī Thubūt, 3.

[30] -Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 9.

[31] -Arshad al-Qādirī, Shakhṣiyāt, 3.

[32] -Arshad al-Qādirī, Shakhṣiyāt, 166–167.

[33] Arshad al-Qādirī, Tafsīr Umm al-Qurʾān, 90.

[34] -Arshad al-Qādirī, Tajalliyāt-e Riḍā, 25.

[35] -Arshad al-Qādirī, Tajalliyāt-e Riḍā, 35.

[36] - Arshad al-Qādirī, Tajalliyāt-e Riḍā, 35.

[37] -Arshad al-Qādirī, Naqsh-e Karbalā, 126.

[38] -Ibid., 77–78.

[39] -Arshad al-Qādirī, Lālah Zār, 7.

[40] -Arshad al-Qādirī, Lālah Zār, 122.

[41] -Arshad al-Qādirī, Lālah Zār, 62.

[42] -Arshad al-Qādirī, Lālah Zār, 70.

[43] -Al-Qurʾān, 7:176.

[44] -Arshad al-Qādirī, Zulf-o-Zanjīr, 65.

[45] Arshad al-Qādirī, Lālah Zār, 77.

[46] -Arshad al-Qādirī, Zulf-o-Zanjīr, 79.

[47] -Arshad al-Qādirī, Iẓhār-e ʿAqīdat, 45.

[48] Arshad al-Qādirī, Lālah Zār, 53.

[49] -Arshad al-Qādirī, Iẓhār-e ʿAqīdat, 54.

[50] -Arshad al-Qādirī, Khuṭbāt-e Istiqbāliyyah, 274.

[51] Arshad al-Qādirī, Khuṭbāt-e Istiqbāliyyah, 141.

[52] -Arshad al-Qādirī, Khuṭbāt-e Istiqbāliyyah, 142.

[53] -Arshad al-Qādirī, Ṣadā-e Darwīsh, 7.

[54] -Arshad al-Qādirī, Ṣadā-e Darwīsh, 6.

[55] -Arshad al-Qādirī, Khuṭbāt-e Istiqbāliyyah, 33.

[56] -Arshad al-Qādirī, Afkār-o-Khayālāt, 6.

[57] -Arshad al-Qādirī, al-Fatāwā, 4.

[58] -Arshad al-Qādirī, Khuṭbāt-e Istiqbāliyyah, 143.

[59] -Arshad al-Qādirī, Khuṭbāt-e Istiqbāliyyah, 166.

[60] -Arshad al-Qādirī, al-Fatāwā, 18–24.

[61] -Aḥmad Riḍā Khān Barelwī, Kamālāt-e Muṣṭafā, abridged and simplified by Allāmah Arshad al-Qādirī, 5.

[62] -Aḥmad Riḍā Khān Barelwī, Kamālāt-e Muṣṭafā, 2.

[63] Aḥmad Riḍā Khān Barelwī, Kamālāt-e Muṣṭafā, 3.

[64] -Arshad al-Qādirī, Anwār-e Aḥmadī, 19.

[65] -Arshad al-Qādirī, Anwār-e Aḥmadī, 23.